پاکستان میں اسلامی قوانین کا نفاذ

(مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سے ریڈیو انٹرویو)

۶ مارچ ۱۹۷۹ء کو رات ۸ بجے ریڈیو پاکستان کے قومی پروگرام میں تمام اسٹیشنوں سے یہ انٹرویو نشر ہوا، جو ریڈیو پاکستان کے ریجنل ڈائریکٹر جناب سلیم گیلانی اور پروڈیوسر ناصر قریشی صاحب نے حاصل کیا تھا۔ (ادارہ)

نمائندہ ریڈیو پاکستان ریڈیو پاکستان کا نمائندہ سلیم گیلانی آپ سے مخاطب ہے میں اس وقت حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے کتب خانے سے بول رہا ہوں جہاں مولانا مودودی اپنی ہزاروں کتابوں کے درمیان تشریف فرما ہیں۔ مولانا مودودی اس وقت تمام دنیا میں دینِ اسلام، اسلامی فقہ اور کاوشِ اسلام پر ایک مستند عالمِ دین تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہ ریڈیو پاکستان اور اس کے سامعین کی خوش قسمتی ہے اور ہم مولانا کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے باوجود اپنی علالت کے ہمیں پاکستان میں نافذ ہونے والے اسلامی قوانین کے بارے میں گفتگو کا موقع عنایت فرمایا۔

جناب والا پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے آغاز کے ضمن میں چند سوالات پوچھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ اور اس مکمل یقین کے ساتھ کہ آپ کے ارشادات سے نظامِ اسلام کے بارے میں جو وضاحتیں ہوں گی وہ سامعین کے لیے نہایت مفید معلومات اور بہترین رہنمائی کا باعث بنیں گی۔ مولانا یہ ارشاد فرمایئے کہ عید میلاد النبیؐ کے مبارک موقع پر صدرِ پاکستان نے جن اسلامی قوانین کے نفاذ کا اعلان کیا ہے، آپ کے نزدیک اُن سے ہمارے معاشرے میں فوری طور پر کون سے مثبت نتائج برآمد ہو سکتے ہیں؟

جواب | فوری طور پر تو یہ نتیجہ برآمد ہوگا کہ لوگ یہ محسوس کرنے لگیں گے کہ اب ہمارے ملک میں اسلامی احکام بتدریج نافذ ہو رہے ہیں۔ اس طرح سے لوگوں میں ایک ذہنی آمادگی پیدا ہوگی۔ اس طرح کے قوانین یا معاشرے کو درست کرنے والی تدابیر سے فوری نتائج برآمد نہیں ہوا کرتے بلکہ جب اُن پر عمل درآمد ہونے لگتا ہے تب ہی اُن کے نتائج برآمد ہوتے ہیں البتہ اعلان لوگوں میں ایک ذہنی آمادگی پیدا کر دیتا ہے۔

نمائندہ ریڈیو | مولانا! دنیا آج کل بہت سمٹ گئی ہے، ملک میں کوئی قانون یا کوئی بڑا واقعہ رونما ہوتا ہے تو اس کے اثرات دوسرے ملکوں پر بھی پڑتے ہیں۔ آپ کے نزدیک اسلامی قوانین کے نفاذ سے پاکستان اور بنی نوع انسان پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ فوری اور دُور رس نتائج؟

جواب | فوری طور پر دُنیائے اسلام میں تو یہ اثر ہوا ہے کہ پاکستان جس نام سے قائم کیا گیا تھا۔ اب اس دین کے نفاذ کا کام یہاں کچھ شروع ہو رہا ہے اور اس وجہ سے تمام دُنیا کے مسلمان اس کا خیر مقدم کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ کریں گے۔ غیر مسلم دُنیا ویسے ہی اسلام سے بدظن بھی ہے اور اس کو ایک ناقابلِ عمل قانون سمجھتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ غالباً یہی محسوس کریں گے کہ پاکستان میں ناقابلِ عمل اور فرسودہ قانون نافذ ہو رہا ہے۔ لیکن ہمیں اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ ہمارے متعلق کوئی کیا خیال کرتا ہے۔ ہم جس چیز پر ایمان لائے ہیں اس پر ہمیں لازماً عمل کرنا ہے اس سے چاہے کوئی خوش ہو یا ناخوش۔

نمائندہ ریڈیو | حضرت مولانا محترم! فقہ کے تمام مکاتب فکر اسلامی قانون پر متفق ہیں۔ لیکن اس سے اخذ ہونے والی دفعات پر کیا سب کا اتفاق ممکن ہے؟

جواب | یہ آپ کو معلوم ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل اس غرض کے لیے قائم کی گئی ہے کہ جو قوانین بھی نافذ کیے جائیں پہلے وہ اس کونسل کے اندر مرتب کیے جائیں اور اس سے پاس ہونے کے بعد پھر ان کو نافذ کیا جائے۔ اس کونسل میں تمام مکاتبِ فکر کے علماء شامل ہیں۔ اور جو چیزیں بھی اس وقت سامنے آ رہی ہیں وہ یقیناً کونسل کی طرف سے متفقہ طور پر آ رہی ہیں۔ اس لیے یہ سوال کوئی پیچیدگی پیدا نہیں کرتا۔

نمائندہ ریڈیو | مولانا! زکوٰۃ اور عشر کے نفاذ کے بعد دوسرے ٹیکس مثلاً انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس، سیلز ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی اور ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ کا کوئی جواز رہ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب | اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ زکوٰۃ اور عشر تو صرف معاشرے کے غریب اور پسماندہ لوگوں کی مدد کے لیے ہیں، حکومت کا کام چلانے کے لیے نہیں۔ حکومت کا کام چلانے کے لیے دوسرے

ٹیکس عاید کیے جائیں گے۔ البتہ چونکہ اب زکوٰۃ اور عشر کا حکم نافذ ہو رہا ہے اس لیے سارے ٹیکیشن کے نظام پر نظر ثانی کرنا ہوگی۔ تاکہ اس کے اندر زکوٰۃ اور عشر کی گنجائش نکل سکے۔ لیکن یہ خیال کرنا کہ زکوٰۃ اور عشر سے ہی حکومت کا پورے کا پورا نظام چلایا جائے گا، صحیح بات نہیں ہے۔ دوسرے ٹیکس لگائے جائیں گے اور لگانا ناگزیر ہے۔

نمائندۂ ریڈیو مولانا! ایک سوال فوری طور پر ذہن میں آ رہا ہے کہ آیا اسلام کے اوّلین دور میں حکومتی نظام چلانے کے لیے جو مدّات تھیں، وہی اس دور میں بھی رائج ہو سکتی ہیں۔ اس ضمن میں یہ بھی فرما دیجیے کہ زکوٰۃ کے مصارف کی جو آٹھ مدّات ہیں۔ ان میں فی سبیل اللہ کی جو مد ہے، اس کی وضاحت کیا ہے۔ یہ بھی پوچھنا چاہوں گا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں انہوں نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے تالیفِ قلب کی مد حذف کر دی تھی۔ کیا اب بھی ایسا ہو سکتا ہے؟

جواب آپ کے اس سوال کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے کا جواب تو یہ ہے کہ اس زمانے میں حکومت کا نظام اتنا پیچیدہ نہیں تھا جتنا اِس وقت ہے اور نہ اتنا ہمہ گیر تھا جتنا موجودہ زمانے میں ہے۔ اِسی وجہ سے اُس زمانے میں غیر مسلموں سے جزیہ اور اُن کی زمینوں سے جو خراج وصول کیا جاتا تھا، اور اس کے علاوہ جو اموالِ غنائم جمع ہوتے تھے، یہ حکومت کا نظام چلانے کے لیے کافی تھے۔ اُس زمانے میں بڑے بڑے محکمے نہیں تھے، بڑے بڑے سرکاری عہدہ دار نہیں تھے، بڑی بڑی تنخواہیں لینے والے نہیں تھے، اِس وجہ سے اُس وقت زیادہ ٹیکس لگانے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ اب یہ ضروری نہیں کہ اُس زمانے میں حکومت کے نظام کے لیے جس طرح کے مالیات سے کام لیا جاتا تھا۔ صرف انہی مالیات پر اکتفا کیا جائے، بلکہ دوسرے ذرائع اختیار کیے جا سکتے ہیں۔

دوسرے حصے کا جواب یہ ہے کہ فی سبیل اللہ کی مد ایک گروہ کے نزدیک رفاہِ عام کے لئے استعمال ہو سکتی ہے اور ایک گروہ کے نزدیک وہ صرف جہاد کے لئے استعمال ہو سکتی ہے۔ یعنی جو شخص جہاد میں جانا چاہے۔ اس کو مالی فنڈ کی ضرورت ہو تو زکوٰۃ کی مد میں سے اس کو دیا جا سکتا ہے لیکن اس پر اتفاق نہیں۔ نظریاتی کونسل میں جب یہ مسئلہ سامنے آئے گا تو وہ باہم مباحثہ کر کے کسی ایک چیز پر اتفاق کریں گے میں نے تو صرف یہ بتایا ہے کہ اس میں دو رائیں موجود ہیں۔

آخری چیز جو آپ نے حضرت عمرؓ کے بارے میں پوچھی ہے اس کے متعلق یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم کے زمانے میں بعض ایسے لوگوں کو جو اسلام میں داخل تو ہو گئے تھے لیکن پوری طرح ان میں ثابت قدمی پیدا نہیں ہوئی تھی ان پر تالیف قلب کی مد سے زکوٰۃ دی جاتی تھی۔ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی لوگ مطالبہ لے کر آئے تو حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا "کہ اب ہمیں آپ کی تالیفِ قلب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری حکومت اب اتنی مضبوط ہو چکی ہے اگر آپ تالیفِ قلب کے بغیر اسلام کا ساتھ نہیں دے سکتے تو ہمیں اس کی پروا نہیں ہمارا کام اب آپ کی تالیفِ قلب اور مدد کے بغیر چل رہا ہے اور چلے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن مجید میں زکوٰۃ کے ضمن میں تالیفِ قلب کی جو مد رکھی گئی ہے وہ ہمیشہ کے لئے منسوخ ہو گئی ہو اس بارے میں بھی میرا خیال یہ ہے کہ نظریاتی کونسل میں اس مسئلہ پر بحث ہو گی اور وہ اس کو طے کریں گے کہ آیا تالیفِ قلب کی مد ساقط ہے یا نہیں۔

نمائندہ ریڈیو | مولانا! تالیفِ قلب کی مد کی ذرا وضاحت فرمائیں گے؟

جواب | تالیفِ قلب کی وضاحت یہ ہے ایک تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو اسلام کی مخالفت کر رہے ہوتے ہیں اور ان کو کچھ روپیہ دے کر اس مخالفت سے باز رکھنے پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ ایک آدمی نیا نیا مسلمان ہوا ہے چونکہ اس کا معاشرہ تبدیل ہوا ہے اور وہ دوسرے معاشرے میں آیا ہے تو اس کی دل دہی کے لئے کچھ مالی مدد دی جاتی ہے تاکہ وہ نئے دین پر استقامت کے ساتھ چلنا شروع ہو جائے۔ تیسرا اگر وہ ایسا ہوتا ہے جس میں کسی حد تک منافقت کی بو باقی ہو تو اس کو منافقت سے باز رکھنے کے لئے اور اس کو ایمان پر ثابت قدم رکھنے کے لئے مالی امداد دی جاتی ہے اسی لئے قرآن مجید میں تالیفِ قلب کی مد رکھی گئی ہے۔

نمائندہ ریڈیو | مولانا محترم! یہ ارشاد فرمائیے کہ قذف کا اطلاق جنسی بے راہ روی تک ہی محدود ہے یا معاشرے میں ہر قسم کی کی جانے والی بہتان طرازی بھی اس کے دائرے میں آتی ہے۔

جواب | قذف جس کی یہ حد مقرر کی گئی ہے وہ صرف کسی شخص پر زنا کی تہمت لگانے سے تعلق رکھتی ہے۔ باقی اگر اور کسی قسم کی بہتان طرازی کی جائے تو عام قانونِ تعزیرات کے تحت اس کو سزا دی جائے گی لیکن قذف کی یہ حد اس پر عائد نہیں کی جائے گی۔ یہ حد صرف بہتانِ زنا پر ہے۔

نمائندہ ریڈیو | جناب والا! استفسار یہ ہے کہ اسلامی قوانین کے تحت جو بھی تعزیر ہو گی وہ یقیناً معتبر شہادت کے بغیر نہیں ہو گی۔ کیا ہمارے آج کے معاشرے میں ایسی شہادتیں مل سکتی ہیں جو اسلامی شریعت کے اعتبار سے معتبر تسلیم کی جا سکیں۔

جواب اس میں شک نہیں ہے کہ ہمارے معاشرے میں ایک مدتِ دراز سے بہت بگاڑ پیدا ہوتا چلا آ رہا ہے اور ہمارے ہاں جھوٹی گواہی دینے والے کثرت سے موجود ہیں۔ پولیس بھی ان کو تیار رکھتی ہے۔ اور ویسے بھی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عدالت میں جھوٹ بولنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ اگر ہم ایک طرف اسلامی قوانین کو نافذ کریں اور دوسری طرف بڑے پیمانے پر عوام الناس کو یہ احساس دلائیں کہ اب یہاں خدا کا قانون جاری کیا جا رہا ہے۔ اب اگر اس معاملے میں تم نے بدنیتی سے کام لیا اور جھوٹی شہادتیں پیش کیں تو دنیا میں بھی سخت سزا دی جائے گی اور آخرت میں بھی اس کی سزا بہت سخت ہے۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں واضح طور پر یہ کہا گیا ہے کہ "شرک کے بعد دوسرا بڑا گناہ جھوٹی شہادت دینا ہے" اس چیز کو اگر بڑے پیمانے پر عوام کے ذہن نشین کیا جائے تو میرا خیال ہے کہ اس آسانی سے پھر جھوٹی شہادتیں پیش نہیں کی جا سکیں گی جس آسانی سے پہلے کی جا سکتی تھیں۔ اس کے علاوہ اس کے لئے بالکل ضروری ہے کہ پولیس کی تنظیم نو کی جائے، اس کی اصلاح کی جائے اور عوام الناس کی اصلاح کے لئے ریڈیو کو بڑے پیمانے پر کام کرنا چاہیئے کیونکہ خصوصاً ریڈیو ایک ایسی چیز ہے جسے کھیت میں ہل چلانے والا کسان بھی سنتا ہے مگر اخبار یا کسی اور چیز کے ذریعے سے ان تک آواز آسانی سے نہیں پہنچائی جا سکتی۔ اس لئے میں ریڈیو پاکستان کے ذمہ داران سے گزارش کروں گا کہ آپ ریڈیو کو اسلام کے لئے بڑے پیمانے پر استعمال کریں۔

نمائندہ ریڈیو شہادت کے لئے معتبر ہونے کی جو شرط ہے اس کی وضاحت کیا ہے یعنی کس شہادت کو معتبر تسلیم کیا جائے گا، صرف سچ بولنے والے کو، یا اس میں اس کے کردار کو بھی اسلام نے متعین کیا ہے؟

جواب شہادت کے لئے اسلام میں جو اصطلاح استعمال کی گئی ہے اس کا منشا یہ ہے کہ شاہدِ عادل ہو۔ شاہدِ عادل سے مراد ایسا آدمی ہے کہ جو انصاف کے سامنے شہادت دے، جان بوجھ کر جھوٹ نہ بولے، کسی حقیقی بات کو چھپائے نہیں اور کسی غلط بات کو بیان نہ کرے۔ شہادت لینے سے پہلے بھی اس شخص کے بارے میں معلوم کیا جائے گا کہ اس کا کردار کیا رہا ہے۔ شہادت کے دوران میں بھی اس کے اندازِ بیان سے بھی جج اندازہ لگائیں گے کہ یہ آدمی سچ بول رہا ہے یا جھوٹ بول رہا ہے۔ جرح کے ذریعہ سے بھی آدمی کا سچ یا جھوٹ کھلے گا۔ اس طرح سے توقع کی جا سکتی ہے کہ اسلامی حدود کے نفاذ میں معتبر شہادتیں فراہم ہو سکیں گی۔

نمائندہ ریڈیو جب اسلامی قوانین ہمارے ملک میں مکمل طور پر نافذ ہو جائیں گے تو ہمارے ملک میں

وکالت کے پیشے کا مستقبل کیا ہوگا؟

جواب وکالت کا رنگ بدل جائے گا، وکالت کا پیشہ ختم نہیں ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ وکیل کی حیثیت ایک طرح سے مفتی کی سی ہو جائے گی۔ کیونکہ وکیل کا اصل مقام یہ ہے کہ وہ عدالت کو بتائے کہ قانون کیا ہے۔ یہی کام قدیم زمانے میں ہمارے ہاں کے مفتی کیا کرتے تھے۔ عدالت میں جو مقدمات پیش ہوتے تھے، اُن کے متعلق مفتیوں کے فتوے آتے تھے، جو یہ بتاتے تھے کہ اس مسئلے میں قانون کیا کہتا ہے۔ یہی کام آئندہ وکلاء کو کرنا ہوگا۔ یعنی صرف وکلا کے طریقۂ وکالت میں تبدیلی ہوگی اور وکالت بذاتِ خود باقی رہے گی۔

نمائندہ ریڈیو مولانا کیا جھوٹی شہادت پیش کرنے والے پر کوئی تعزیر ہے۔

جواب جی ہاں! اگر ثابت ہو جائے کہ ایک شخص نے جھوٹی شہادت دی ہے تو اُس کو اسلامی حکومت میں سزا دی جائے گی۔ اور اگر حدود اللہ کے معاملے میں جھوٹی شہادت دی ہے تو اُس کو سخت ترین سزا دی جائے گی۔ اس بارے میں حکومت قانون بنا سکتی ہے۔ یہ تعزیرات میں آتا ہے۔ حدود میں نہیں آتا۔ اس لیے حکومت کو ایسا قانون بنانا چاہیے کہ حدودِ شرعیہ کے معاملے میں جو شخص جھوٹ بولے اُسے نہایت شدید سزا دی جائے تاکہ لوگ یہ جرأت نہ کر سکیں کہ وہ عدالت میں جا کر جھوٹی شہادت دیں۔

نمائندہ ریڈیو زکوٰۃ اور عُشر کے سلسلے میں جو اصطلاحات اموالِ باطنہ اور اموالِ ظاہرہ استعمال کی جاتی ہیں۔ اُن کی وضاحت فرمائیے۔

جواب اموالِ ظاہرہ سے مراد وہ اموال ہیں جو ظاہر میں نمایاں ہیں، جیسے ایک شخص کا دکان میں مال رکھا ہے۔ یا ایک کارخانے میں تیار شدہ مال پڑا ہوا ہے۔ اسی طرح بینک میں اُس کا مال جمع ہے۔ یہ سب اموالِ ظاہرہ ہیں۔ اسی طرح کھیت موجود ہیں، اُن کی پیداوار ظاہر ہے۔ اموال باطنہ وہ ہیں جو آدمی گھر میں رکھے۔ خواہ اس کی بیوی کا زیور ہو یا بیٹیوں کا زیور یا اُس نے گھر میں کوئی نقدی جمع کر رکھی ہو، یہ سب اموالِ باطنہ ہیں۔ یہ ہے نمایاں فرق ان دونوں میں۔ باطنہ سے مراد وہ چیز جو عام نگاہوں سے چھپی ہوئی ہو۔ اور ظاہرہ سے مراد وہ چیز یا اموال جو عام نگاہوں کے سامنے ظاہر ہوں۔

(بہ شکریہ ریڈیو پاکستان، لاہور)